السلام علیکم ورحمة اللہ وبرکاتہ

لندن سے محمد رفیق لکھتے ہیں ختم شریف کا اسلام کے ساتھ کیا تعلق ہے۔ چہلم ' عرس ' سالگرہ ' جمعرات کا ختم اور چالیسواں کا ختم پڑھنا اور بزرگوں کی قبروں پر چراغ جلانا یا بکرے دینا یا نذر و نیاز کرنا جائز ہے یا نہیں؟ اس پر تفصیل سے روشنی ڈالیں۔

الجواب بعون الوہاب بشرط صحة السؤال

وعلیکم السلام ورحمة اللہ وبرکاتہ!

الحمد للہ، والصلاة والسلام علیٰ رسول اللہ، أما بعد!

اصل مسئلے پر بحث سے قبل اس امر کی وضاحت کرنا ضروری سمجھتا ہوں وہ یہ کہ شریعت میں وہی عمل قابل قبول ہوگا اور اس کے کرنے پر ثواب ملے گا جو قرآن و حدیث سے ثابت ہو یا صحابہ کرامؓ نے اس پر عمل کیا ہو اور جو کام شریعت سمجھ کر یا ثواب حاصل کرنے کی نیت سے کیا جائے اور وہ قرآن و سنت یا صحابہ کے عمل سے ثابت نہ ہو تو وہ درست نہیں ہوگا۔ دنیاوی کام جو انسان مختلف ضروریات کے لئے کرتا ہے 'مقصود اجر و ثواب حاصل کرنا یا تقرب ڈھونڈنا نہیں اور نہ ہی وہ ایسے کاموں کو شریعت سمجھتا ہے تو یہ بدعت کے زمرے میں نہیں آتے۔ حالات و ظروف کے مطابق انسان لباس ' سواری اور دوسرے معاملات میں نئی نئی چیزیں استعمال کرتا ہے کوئی بھی شریعت سمجھ کر استعمال نہیں کرتا اور کوئی بھی عینک یا ٹوپی اس لئے استعمال نہیں کرتا کہ اس طرح زیادہ ثواب ملے گا۔ لہٰذا ان کاموں کو دین میں اضافہ نہیں کیا جائے گا۔ یہ دنیاوی اسباب کے ضمن میں آتے ہیں۔ جنہیں ہر شخص جائز و حلال وطریقے سے حاصل کر سکتا ہے۔ لہٰذا اہل بدعت کے اس فریب میں نہیں آنا چاہیئے کہ اگر نئی چیز بدعت ہیں تو پھر مذکورہ چیزیں یعنی عینک شیروانی کار وغیرہ بھی تو حضور کے زمانے میں نہیں تھیں۔

جہاں تک ختم شریف کا تعلق ہے تو اس وقت جو شکلیں اس کی رائج ہیں ان میں ایک یہ ہے کہ کسی میت کے بعد اس کے ورثاء تیسرے ' ساتویں اور چالیسویں دن مختلف انواع و اقسام کے کھانے پکاتے ہیں اور اپنے عزیز و اقارب کو مدعو کرتے ہیں پھر مولوی صاحب کو بلاتے ہیں وہ کچھ پڑھتے ہیں اور پھر سارے مل کر کھالیتے ہیں۔ پاکستان میں غریبوں مسکینوں کو خبر ہو جائے تو وہ بھی کچھ حاصل کر لیتے ہیں۔ لیکن یہاں اس کا بھی کوئی امکان نہیں۔ بہر حال اس مروجہ رسم میں کسی غریب یا مسکین تک اس کا حق پہنچانے کا کوئی اہتمام نہیں کیا جاتا۔

دوسری شکل یہ ہے کہ میت کے بعد اس کے ورثاء کسی دن کا تعین تو نہیں کرتے کسی بھی دن کھانا پکایا جاتا ہے لیکن دعوت اس میں بھی دوستوں یا برادری ہی کو ہوتی ہے غرباء کو یہاں بھی مکمل طور پر نظر انداز کیا جاتا ہے۔

تیسری شکل یہ ہے کہ میت کے لئے نہیں بلکہ شب برات ' شب قدر ' محرم ' جمعرات کو ' ۱۲ ربیع الاول یا کسی اور مناسبت سے عمدہ کھانے پکائے جاتے ہیں۔ پھر گھر والے خود یا مولوی صاحب اس پر ختم پڑھتے ہیں پھر خود اس کھانے کو کھاتے ہیں۔

غور سے دیکھا جائے تو ان تینوں شکلوں میں کوئی بنیادی فرق نہیں۔ مروجہ ختم ہو یا رسم قل کی مختلف شکلیں دو باتیں آپ کو دونوں میں نمایاں نظر آئیں گی۔ ایک یہ کہ غرباء و مساکین کو کوئی اہمیت نہیں دی جاتی۔ دوسری یہ کہ دونوں جگہ عزیز و اقارب اور مولوی صاحبان نمایاں نظر آئیں گے۔ ہم مندرجہ ذیل دلائل کی بنیاد پر ان مروجہ رسموں کو ناجائز سمجھتے ہیں۔

(۱) قرآن و حدیث میں ان رسومات کا کوئی ثبوت نہیں۔ خلفاء راشدین اور صحابہ کرام سے اس بارے میں کوئی چیز ثابت نہیں۔ چاروں اماموں کے دور میں یہ قل کی رسم یا جمعرات کا ختم وغیرہ کا کہیں ذکر نہیں۔

(۲) کھانے سے پہلے جو ختم کے الفاظ رائج ہیں یا کوئی سورت پڑھی جاتی ہے اس کا بھی رسول اللہ ﷺ یا صحابہؓ سے ثبوت نہیں۔ آپ کھانے پر بسم اللہ پڑھتے اور ختم کرنے کے بعد آپ سے متعدد دعائیں ثابت ہیں۔

(۳) چونکہ ان تمام جگہوں پر پکایا جانے والا کھانا غریبوں کی بجائے امیروں کو بلکہ اپنے عزیزوں یا رشتہ داروں کو کھلایا جاتا ہے اس لئے اسے ایصال ثواب کے لئے قرار نہیں دیا جا سکتا ہے۔

(۴) اپنی طرف سے کسی دن کا مقرر کر لینا جب کہ شریعت میں اس دن کے تعین کا ثبوت نہ ہو ' یہ بھی درست نہیں۔ اگر ان موقعوں پر پکایا جانے والا کھانا غریبوں ہی کو دیا جائے تب بھی تیجا ' ساتواں یا چالیسواں کا نام دے کر دن مقرر کرنا غلط ہے۔

حضور ﷺ سے رمضان المبارک میں زیادہ صدقہ کرنے کی فضیلت حدیث سے ثابت ہے۔ اگر تیسرے ' ساتویں یا چالیسویں دن کی بھی کوئی اہمیت ہوتی تو آپ اس کا ذکر ضرور فرماتے۔ اس لئے ایصال ثواب کے لئے دن کا اپنی طرف سے متعین کر دینا ' یہ دین میں اضافہ ہے۔

(۵) اس طرح کی رسومات کا نقصان یہ ہوتا ہے کہ لوگ انہیں اصل دین سمجھ لیتے ہیں اور کسی حالت میں بھی ان بے ثبوت کاموں کو چھوڑنے کے لئے تیار نہیں ہوتے۔ وہ فرائض کی پرواہ تو نہیں کرتے سنتوں کی تو ان کے ہاں کوئی اہمیت نہیں ہوئی۔ لیکن رسومات ہر شکل میں ادا کرتے ہیں۔ یتیم بچے ہوں یا بیوہ عورت رہ جائے تو انہیں بھی ایسی رسومات کرنے پر مجبور کیا جاتا ہے اور بعض لوگ تو قرض لے کر بھی یہ رسمیں پوری کرتے ہیں۔ لہٰذا اس غیر ضروری غیر ثابت رسم کے خاتمے کے لئے کوشش کرنی چاہیئے تاکہ لوگوں پر خواہ مخواہ بوجھ نہ پڑے اور غیر شرعی کاموں کے کرنے پر وہ مجبور نہ ہوں۔

ایصال ثواب

اب رہا ایصال ثواب کا مسئلہ کہ صدقات وخیرات کا ثواب پہنچتا ہے یا نہیں؟

اس سلسلے میں ائمہ دین اور امت کے علماء کی مختلف آراء ہیں جن میں دو قابل ذکر ہیں۔

اول یہ کہ انسان کو انہی اعمال کی جزا و سزا ملے گی جو خود اس نے کئے ہیں۔ کوئی کسی دوسرے کا بوجھ نہیں اٹھائے گا۔ اس رائے کی تائید میں قرآن کی یہ دو آیات پیش کی جاتی ہیں۔ پہلی آیت ہیں

لَا تَزِرُ وَازِرَۃٌ وِّزۡرَ اُخۡرٰی ۳۸ ... سورۃ النجم

''کوئی نفس دوسرے کا بوجھ نہیں اٹھائے گا۔''

دوسری یہ کہ:

وَاَنۡ لَّیۡسَ لِلۡاِنۡسَانِ اِلَّا مَا سَعٰی ۳۹ ... سورۃ النجم

''یعنی انسان کے لئے وہی کچھ ہے جو اس نے کوشش کی۔''

ہم یہ سمجھتے ہیں کہ ان آیات کے رو سے مرنے کے بعد انسان کا اعمال سے رابطہ کٹ جاتا ہے مگر کچھ اعمال مرنے کے بعد بھی اسے فائدہ پہنچاتے رہتے ہیں اور یہ وہ اعمال ہیں جن سے مرنے والے کا زندگی میں کسی نہ کسی نوع کا تعلق ہوتا ہے۔ اس کی تائید یہ فرمان نبوی ﷺ کرتا ہے۔

(اذا مات الانسان انقطع عملہ الا من صدقۃ جاریۃ او علم ینتفع بہ او ولد صالح یدعوالہ۔ (مختصر صحیح مسلم کتاب الجنائز باب ایصال الثواب رقم الحدیث ۱۰۰۱

''جب انسان مرجاتا ہے تو اس کے عمل کا ثواب موقوف ہوجاتا ہے مگر تین عملوں کا ثواب ملتا رہتا ہے۔ اگر اس نے صدقہ جاریہ کیا یا اس کے علم سے لوگ فائدہ اٹھا رہے ہیں یا اس کی نیک اولاد جو اس کے لئے دعا کرتی ہے۔''

دوسری رائے یہ ہے کہ ایصال ثواب کے لئے اگر صدقہ کیا جائے تو میت کو اس کا ثواب پہنچتا ہے لیکن یہ موقف اس شکل میں درست ہوگا جب ان قباحتوں سے خالی ہو جن کا ہم نے شروع میں ذکر کیا ہے لیکن اصل عمل پھر بھی وہی ہے جو آدمی اپنی زندگی میں کرتا ہے اس لئے مرنے سے پہلے ہی اعمال خیر کا خزانہ کرلینا چاہئے۔ یہی اصل چیز ہے۔ انہی نیک اعمال کے کرنے کی قرآن تائید کرتا ہے اور رسول اللہ ﷺ نے بھی ان نیک اعمال کے کرنے کے طریقے بتائے ہیں۔ آخرت کے معاملے میں پچھلوں پر بھروسہ نہیں کرنا چاہئے کہ وہ بعد میں ثواب بلٹی کریں گے تو بخشا جاؤں گا۔ اس لئے کہ ایک تو بعد والے اس کے ورثاء یہ ثواب پہنچانے کے پابند نہیں اور نہ ہی ان پر یہ فرض ہے اور پھر اکثر ایسے ہوتا ہے جو اعمال بعد میں کئے جاتے ہیں وہ ریا کاری 'دکھلاوے اور برادری کی واہ واہ کی بھینٹ چڑھ جاتے ہیں اور ظاہر ہے لوگوں کو دکھلاوے کے لئے یا ان کی واہ واہ حاصل کرنے کے لئے جو اعمال کئے جاتے ہیں ان کا میت کو ثواب پہنچنے کا کوئی بھی قائل نہیں۔ بات بڑی سیدھی اور صاف ہے جو ہمارے اکثر بھائیوں کی سمجھ میں نہیں آتی کہ صدقہ وخیرات صرف غریبوں کا حق ہے اگر کوئی رشتہ دار بھی اس کا مستحق ہے تو وہ بھی کہہ سکتا ہے۔ اگر مولوی صدقے کا حقدار ہے تو اسے بھی دینا چاہئے لیکن اصل شرط استحقاق (مستحق ہونا) ہے۔ بد قسمتی سے یہاں برطانیہ میں بعض مذہبی پیشہ وروں نے اس مسئلے کو ذریعہ معاش بنا لیا ہے اس لئے وہ طرح طرح کی تاویلیں کرکے مسئلے کو پیچیدہ بنادیتے ہیں۔ لیکن خود قرآن نے اس مسئلے کو پوری طرح واضح کردیا ہے۔ دیکھئے سورہ التوبہ آیت نمبر ۵ جس کا ترجمہ یہ ہے بے شک صدقات فقیروں کے لئے اور مساکین کے لئے اور صدقات جمع کرنے والوں کے لئے اور ان کی تالیف کے لئے جو نئے مسلمان ہوئے اور گردن آزاد کرانے کے لئے اور ان کے لئے جن پر قرض یا تاوان ہے اور اللہ کی راہ میں اور مسافر کے لئے ہیں۔

اب اس کے بعد صدقات وخیرات کا مال رشتہ داروں یا دوستوں کو بلا کر کھلانا یہ قرآن مخالفت نہیں تو اور کیا ہے؟

اب اس بارے میں چند علماء کے فیصلے بھی ملاحظہ فرمالیں جو ان لوگوں کے نزدیک سند ہیں جو اس طرح کی رسموں کو رواج دینے میں پیش پیش ہیں:

شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ اپنی کتاب ''سفر السعادت'' میں لکھتے ہیں ''عادت نبوی نبود کہ برائے میت در غیر وقت نماز جمع شوند و قرآن خوانند و ختمات خوانند نہ بر سر گور و نہ غیر آن و این مجموع بدعت است و مکروہ نعم (ا) تعزیت اہل میت و تسلیہ و صبر فرمودن سنت و مستحب است اما ایں اجتماع مخصوص روز سوم و ارتکاب تکلفات دیگر و صرف اموال بے وصیت از حق یتامی بدعت و حرام است''

''یہ عادت نبوی ﷺ نہ تھی کہ نماز کے علاوہ وہ کسی وقت جمع ہو کر قرآن پڑھتے یا قرآن ختم کرتے ہوں نہ قبر کے پاس نہ کسی دوسری جگہ اور یہ سب بدعات ہیں اور مکروہ 'ہاں تعزیت کرنا یا ورثاء کو صبر و تسلی کی تلقین کرنا یہ سنت و مستحب ہے لیکن خاص طور پر تیسرے دن جمع ہو کر (کھانے وغیرہ) میں کئی تکلفات کرنا اور یتیموں کا مال وصیت کے بغیر خرچ کرنا یہ بدعت اور حرام ہے۔''

شیخ صاحب نے تین باتیں واضح فرمادی ہیں۔

اول: یہ کہ خاص تیسرے دن کو کسی غرض کے لئے جمع ہونا یہ بدعت ہے۔

دوسرا: تکلفات کرنا جن میں ایک کھانے کا تکلف بھی شامل ہے کہ اس دن پر تکلف کھانے خاص طور پر تیار کئے جاتے ہیں اور جہلا تو کھانے کی قسموں کی ایک مخصوص تعداد پوری کرتے ہیں۔

تیسرا: یہ کہ اگر یہ رسم ان لوگوں کے گھر ادا کی جائے جو یتیم رہ گئے ہیں یا بیوہ ہے تو پھر بالکل حرام ہے۔

اب یہ بدعت یا حرام کا فتویٰ ہمارا نہیں بلکہ شیخ عبدالحق محدث دہلوی کا ہے جن کا تمام مکاتب فکر کے لوگ احترام کرتے ہیں۔

حضرت ملا علی قاری حنفیؒ مشکوۃ کے حاشیہ مرقاۃ میں اس حدیث کے تحت جس میں رسول اکرم ﷺ نے حضرت جعفر کی وفات پر صحابہ کرامؓ سے کہا تھا کہ جعفر کے گھر والوں کے لئے کھانے کا انتظام کرو (کیونکہ وہ صدمے (۱) سے دوچار ہیں) لکھتے ہیں ''اور گھر والوں کا میت کے سلسلے میں کھانا تیار کرنا تاکہ لوگوں کو اکٹھا کرکے کھلایا جائے یہ بدعت ہے' مکروہ ہے اور امام غزالی نے ایسا کھانا کھانا مکروہ قرار دیا ہے اور اگر یتیم یا غیر حاضر آدمی کا مال ہو تو پھر تمام کے نزدیک حرام ہے۔''

''مولانا عبدالحئی لکھنوی حنفیؒ فرماتے ہیں ''خاص طور پر تیسرا دن خاص کرنا اور پھر اسے ضروری قرار دینا یہ شریعت محمدیہ میں ثابت نہیں۔ (۳)

بعض لوگ تیسرے دن کی تخصیص پر یہ عجیب دلیل پش کرتے ہیں کہ موت کے بعد قبر میں وحشت کو دور کرنے اور سوال وجواب میں وہ ثواب کا محتاج ہوتا ہے اور یہ زمانہ قریب ہوتا ہے کہ اسے کچھ پہنچایا جائے۔ یہ اس لئے غلط ہے کہ اگر کھانے سے اس کی نجات ہو سکتی ہے تو پھر تین دن کا بھی انتظار نہیں کرنا چاہئے بلکہ پہلے اور دوسرے دن ہی یہ عمل کرلینا چاہئے جب بیچارے کی تین دن خوب مرمت ہو چکی تو اب ثواب کیا فائدہ۔

بہر حال یہ تیسرا ہو یا چالیسواں یا برسی ہو سب کی حیثیت برابر ہے محض رسمیں ہیں۔ دین سے ان کا کوئی تعلق نہیں۔

چراغ جلانا

قبروں پر چراغ جلانا' عرس کرنا یا نذر و نیاز وہاں جاکر دینا سب ہی غیر مشروع کام ہیں۔ قرآن وحدیث کے خلاف ہیں۔ صحابہ کرامؓ یا ائمہ دینؒ سے ان کا کوئی ثبوت نہیں۔ رسول اللہ ﷺ کی صحیح حدیث ہے۔ حضرت ابوہریرہؓ (روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا اپنے گھروں کو قبروں کی طرح نہ بنالو اور میری قبر کو عید کی طرح نہ بنالینا اور مجھ پر درود بھیجو اور جس جگہ سے بھی تم درود بھیجو گے میرے پاس پہنچ جائے گا۔ (نسائی

یہاں عید سے مراد خوشی کا اجتماع یا میلہ ہے جس طرح لوگ عید کے دن اظہار زینت کرتے ہیں 'قبروں پر ایسے جائز نہیں اور آج کل عرسوں پر ایسے یہ عید اور میلے کی کیفیت ہوتی ہے بلکہ عوام تو ان کو کہتے ہی میلہ ہیں یعنی عید و جشن۔ قبروں پر چراغ جلانے سے بھی آپ نے منع فرمایا۔

قاضی ثناء اللہ حنفی پانی پتی اپنی تفسیر مظہری میں لکھتے ہیں:

ترجمہ: جہلا جو کام اولیاء یا شہداء کی قبروں پر کرتے ہیں ان میں سے یہ کام جائز نہیں۔

سجدہ کرنا' طواف کرنا' دیئے جلانا' قبر پر مسجد بنانا' سال کے سال عید کی طرح اس پر جمع ہونا جسے لوگ عرس کہتے ہیں۔

اپنی کتاب ارشاد الطالبین ص ۲۲ میں فرماتے ہیں:

''حضور ﷺ نے ان لوگوں پر لعنت کی جو قبروں پر چراغ جلاتے یا سجدہ کرتے ہیں۔''

نذر و نیاز کے بارے میں حضرت مجدد الف ثانی کا فیصلہ ملاحظہ فرمایئے۔ وہ مکتوبات شریف نمبر ۴۱ جلد ۳ صفحہ ۱۷ میں لکھتے ہیں۔

ترجمہ: حیوانات کو مشائخ کے نام کی جو منت مانتے ہیں اور ان کی قبروں پر جاکر ان حیوانات کو ذبح کرتے ہیں فقہی روایات میں یہ چیزیں بھی شرک میں داخل ہیں اور فقہاء نے اس بات میں سختی سے منع کیا ہے۔

ہم نے اپنی طرف سے کچھ نہیں لکھا بلکہ قرآن وحدیث اور بزرگان دین کے فیصلے آپ کے سامنے رکھ دیئے ہیں۔ انصاف سے فیصلہ کرنا آپ کا کام ہے۔

هذا ما عندي والله أعلم بالصواب

فتاویٰ صراط مستقیم

ص281

محدث فتویٰ